

# مذکرہ

عنوان : عورت کی شہادت کا مسئلہ

مقام : دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ہال

زیر اہتمام : مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری

مؤرخہ : ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء

میزبان : مولانا محمد متین ہاشمی

## شرکاء

جناب مولانا عبداللطیف (جامعہ نظامیہ رضویہ)

جناب مولانا حمید الرحمن عباسی (جامعہ قاسم العلوم شیرانوالہ)

جناب ڈاکٹر ظفر علی راجا (ایڈوکیٹ)

جناب مولانا محمد رفیق چودھری

جناب مولانا فضل الرحمن (خطیب مسجد مبارک)

جناب مولانا ریاض الحسن نوری

زبیدہ خانم

خورشید النساء بیگم

فرزاد ممتاز

جناب حافظ غلام حسین

جناب حافظ محمد سعد اللہ

دو دیگر شرکاء

## مذکرہ ”عورت کی شہادت“

تلاوت :- حافظ محمد سعد اللہ

جناب ہاشمی صاحب: حاضرین گرامی و علمائے محترم۔ اب کاروائی کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے ہم نے ایک طریقہ وضع کیا ہے کہ ہر آدمی کو ابتدا میں بیس منٹ بولنے کا وقت دیا جائے گا۔ اور وہ بیس منٹ کے وقت میں اپنے دلائل اور موقف کو بیان کرے گا۔ اور اس دوران کوئی دوسرا سوال نہیں کرے گا۔ البتہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ نوٹ تیار کرے اور بعد میں سوال کرنا چاہے۔ نوکرے یہ دور جب ختم ہو گا تو اس کے بعد سوالات اور بحث کا دور ہو گا۔ اب میں مولانا حمید الرحمن صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ عورت کی شہادت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

مولانا حمید الرحمن صاحب :-

سب سے پہلے تو میں انتظامیہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے بلایا اور عورت کی شہادت کے سلسلے میں اظہار خیال کا حکم دیا۔

جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا حکیمانہ اور عادلانہ نظام ہے جس میں بلا امتیاز تمام طبقات کے بنیادی حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ حق ثابت کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حاکم عادل ہو کیونکہ حاکم نے تحقیق کرنا ہے۔ اگر حاکم عادل نہیں ہو گا۔ تو حق ثابت نہیں ہو گا۔ سب سے پہلے حاکم کا عادل ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

پہلے آیت کریمہ کا مختصر سا مفہوم عرض کرتا ہوں۔ ہجرت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ بیعت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لے گئے۔ بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی۔ وہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکا۔ اور آپ کے ساتھ گستاخی کی۔ اس

وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان! ایک وقت آئے گا کہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی میں جس کو چاہوں گا دوں گا۔ اس وقت عثمان بن طلحہ نے جواب میں کہا کہ اس وقت تو قریش ذلیل ہو جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا انہیں ذلیل نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انکو عزت عطا فرمائے گا۔ بہر حال وقت گزر گیا۔ جس دن مکہ فتح ہوا۔ نبی پاک بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لے گئے۔ عثمان بن طلحہ بھاگ کر بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گئے بیت اللہ کی چابی دینا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت اللہ پر چڑھ کر چابی ان سے چھین لی۔ اور لاکر نبی اکرم کو دی۔ آپ نے تالا کھولا۔ بیت اللہ کے اندر نماز ادا فرمائی۔ آپ باہر تشریف لا رہے تھے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ اَنْ تُوَدَّوْا الْاٰمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ اللہ پاک تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ حضرت عثمان بن طلحہ کی نسل بعد نسل یہ خدمت تھی۔ بیت اللہ کی کنجی برداری کی۔ اللہ پاک نے یہاں فرمایا کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ عثمان بن طلحہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اور اللہ کا حکم ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ امانات سے مراد صرف یہی نہیں کہ روپے پیسے امانت رکھے جائیں۔ عہدہ بھی امانت ہے۔ سرکاری ہو یا خیر سرکاری۔ سارے عہدے امانات ہیں۔ فرمایا کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔ بات یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ ہی اس کے اہل ہیں۔ چنانچہ آپ نے چابی عثمان کے حوالے کی۔ حضرات علی اور عثمان نے یہ خواہش ظاہر کی چابی انہیں دی جائے۔ لیکن آپ نے چابی انہیں نہیں دی بلکہ طلحہ کو دی۔ اور فرمایا کہ امانت تمہاری نسل سے یہ چابی کوئی پھین نہیں سکتا۔ اس قصے میں مقام غزیرہ چیز ہے کہ عثمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور چابی ان کا حق تھا۔ لہذا قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ جس کا جو حق بنتا ہے۔ وہ اس کو ملنا چاہیے اس میں مسلم وغیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں جس وقت یہی مکہ فتح ہوا۔ صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ ہمیں بھی انکو داخل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ ان کے مویشی چھین لیں آیت انزلی۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَنْ لَا تَعْلَمُوْا اَعْدَآءُ لَوْ اٰهَوَا قُرْبَ لِّلشَّقَوٰى

کسی کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم جادہ حق سے ہٹ جاؤ۔ عدل کرو عدل تقویٰ کے بہت قریب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا مکہ والوں کو ان کے عقیدہ کے مطابق عبادت کرنے سے نہیں روکا۔ یہ ان کا بنیادی حق تھا۔

قرآن حکیم کی اس آیت کی رو سے ان کو ان کے بنیادی حق سے محروم نہیں کیا۔ قرآن کی یہ ہدایت ہے کہ سب سے پہلے حکمران عادل ہونا چاہیے حکمران عادل ہوگا تو تحقیق اچھی کرے گا عدل کرے گا۔ اور اگر حکمران عادل نہیں ہوگا تو جیسا کہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ دو چوڑیا آپس میں لڑ پڑیں اور خوب گتھم گتھا تھیں ادھر سے بی آئی۔ بی تے کہا کہ میں دونوں کا فیصلہ کرتی ہوں وہ دونوں کو کھا گئی۔ حکمران عادل ہوگا تو فیصلہ صحیح کرے گا۔ دیکھے گا کون ظالم ہے کون مظلوم۔ ظالم ہوگا تو مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو پھرتا کرے گا۔ دونوں کا حق مارے گا۔ قرآن کریم کا نظام عادلانہ ہے حکیمانہ ہے۔ جب کسی کے درمیان دنگا ہو بھگڑا ہو۔ تو قرآن کے مطابق سب سے پہلے حکمران عادل ہونا چاہیے۔ چونکہ حکمران کو تحقیق کرنا ہے۔ تو پھر حق ثابت کرنے کے لیے گواہی کیسی ہونی چاہیے جس طرح کہ حکمرانوں کے لیے عدل کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح گواہی کے لیے بھی عدل شرط ہے۔ تمیم داری کے واقعہ میں ذوی عدل کا لفظ موجود ہے۔ یہ کہ دو گواہ ہونے چاہیں جو صاحب عدل ہوں۔ گواہوں کے لیے عدالت شرط ہے۔ اگر عادل نہیں تو گواہی منظور نہیں۔

شہادت کی کئی اقسام ہیں۔ ایک تو شہادت علی الزنا ہے۔ اس کے لیے قرآن نے چار مردوں کی قید لگائی ہے۔ چار مرد ہونے چاہیں۔ فَمَا تَشْفَعُ لَهُمْ وَاَعْلِيٰهِنَّ اَرْبَعَةٌ مِّنْكُمْ شہادت علی الزنا میں صرف چار مردوں کی گواہی ہی مقبول ہے ایک کی نہیں دو کی نہیں تین کی نہیں۔ چار مرد ہونے چاہیں۔ شہادت علی الزنا میں گورتوں کی گواہی بالکل مقبول نہیں۔ معاملات میں دو مردوں کی گواہی ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت میں موجود ہے۔ فَاِنَّ لَكُمْ لَعْنَةً رَّبِّكُمْ فَرَجَلٌ وَاَسْرَةٌ تَاْتِ فَرَايَاكُمُ دَوْمَرَدَنَ هُوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہیں۔ اس کی وجہ آگے قرآن بیان کرتا ہے ان فصل احد اهما فتنة كرا احد اهما الا حنرى  
ایک ان میں سے بھٹک جائے یا اس سے غلطی ہو جائے گی تو دوسری اس کو یاد دلا دے گی۔ یہ نص قطعی موجود ہے۔ کہ معاملات کے اندر ایک مرد و دو عورتیں ہونا ضروری ہے۔ البتہ

بعض معاملات ایسے ہیں جہاں مردوں کی رسائی نہیں ہے، مثال کے طور پر ولادت کا واقعہ ہے۔ اسی طرح بکارت ہے۔ یہ ایسے معاملات ہیں جہاں مردوں کی رسائی ہوتی نہیں اس لیے ان میں عورت کی شہادت معتبر ہے۔

قرآن حکیم نے وجہ کیا بیان کی ہے۔ ان تھنل عورت بھٹک جائے گی۔ عورت کو نسیاں ہوتا ہے۔ نبی کریم کا فرمان ہے۔ ناقصات عقل ان کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ معاملات میں عورتوں کو دلچسپی نہیں ہوتی۔ بعض عورتوں کے خصوصی معاملات ہوتے ہیں وہاں عورت ہی کی دلچسپی ہوتی ہے۔ مرد کی نہیں۔ مثلاً کپڑے کا رنگ کیسا ہونا چاہیے اور کپڑوں کی کتنی قمیں ہیں۔ یا گھر کے برتن یہ ساری چیزیں عورت کے مزاج کی ہیں۔ ایسے معاملات میں ایک عورت کی بات معتبر ہے۔ کیوں معتبر ہے۔ اس لیے کہ عورت ایسے معاملات کو اچھا دیکھتی ہے آپ جانتے ہیں کہ گھر کی چیزیں عورت ہی جانتی ہے۔ مرد نہیں جانتا اور اگر غلام کے درمیان دلگاہ فساد ہو جائے تو ان چیزوں کو مرد زیادہ جانتا ہے عورت نہیں جانتی۔ ربا بکارت کا مسئلہ یا رعنا

کا مسئلہ یا ولادت کا مسئلہ تو ان حالات کو عورت زیادہ جانتی ہے مرد نہیں جانتا اس لیے یہ کہہ دینا کہ عورت کی گواہی بالکل معتبر نہیں یہ غلط ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ گواہی کے اعتبار سے عورت مرد کے برابر ہے یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف ہے۔ اور یہ جو مساوات کا سلسلہ اس وقت چل پڑا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ عورت ہر سطح پر مرد کے برابر ہے تو اس سے عورت کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ مرد کا نہیں ہوگا۔ جس وقت ہم عورت کو مرد کے برابر تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر ظاہر بات ہے کہ مرد عورت کے اخراجات برداشت نہیں کرے گا۔ جب دونوں

مساوی ہیں تو مرد کو کیا ضرورت ہے کہ وہ عورت کے اخراجات پورے کرے۔ یہ کہ مرد عورت کو مکان دیا کرتا ہے۔ وہ مکان ہی نہیں کرے گا۔ اولاد میاں بیوی کی مشترک ہے قرآن کہتا ہے اولاد کے اور عورت کے تمام اخراجات مرد کے ذمے ہیں۔ جب آپ ان دونوں کو مساویانہ حیثیت دیں گے اور برابر میں لائیں گے۔ تو وہ یہ چیزیں برداشت نہیں کرے گا۔ اس میں تو عورت کا نقصان ہے مرد کا نہیں۔ ایک

اور بھی عرض کروں کہ یہ جو ملک میں ایک سلسلہ چلا ہوا ہے اس میں عورت کا کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ آج پچانوے فیصد بالغہ لڑکیاں ٹیچی ہوئی ہیں اور نکاح کا کوئی سلسلہ نہیں۔ وہ بیچاری نوکریاں تلاش کر رہی ہیں کیونکہ والدین ان کا جیزر مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ ایک بجزران پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ مرد و عورت برابر ہیں۔ تو مرد پھر یہ اخراجات بھی برداشت نہیں کرے گا۔ جب مرد اخراجات برداشت نہیں کرے گا تو سوچ لیں کہ عورت کس قدر بد حال ہوگی۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ اسلام ایک عادلانہ اور علمی نہ اور رحمانہ نظام ہے۔ بنی نوع انسان کے جتنے بھی طبقات ہیں ہر ایک کے حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ باقی یہ کہنا کہ جب ایک عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر تسلیم نہ کی جائے تو عورت کا وقار مجروح ہوگا تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں کسی کا وقار مجروح نہیں ہوتا۔ یہ تو اثبات حق کے لیے ہوتی ہے۔ دوسرے کا حق اگر کسی مرد کی وجہ سے بھی تلف ہوتا ہے مثلاً مرد جھوٹا ہے یا اس نے کسی پر تہمت لگائی ہے تو قرآن کہتا ہے ان کی گواہی بھی معتبر نہیں اب مرد اٹھ کر کہیں کہ صاحب! ہماری حیثیت پر حملہ ہو گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ گواہی سے دوسرے کا حق ثابت کرنا ہے۔ کسی کی حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ تو نہیں کیا جاسکتا کہ دوسرے کا حق تلف ہو جائے۔ میں انہی الفاظ پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔

خورد شیدا النساء: مجھے ایک سوال پوچھنا ہے۔

حافظ غلام حسین: محترمہ آپ نکات نوٹ کر لیجئے جب یہ دور ختم ہوگا تو جس شخص سے متعلق آپ کا سوال ہوگا اس سے دریافت فرمائیے گا۔

ہاشمی صاحب: اب میں مولانا مفتی عبداللطیف صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔  
مولانا مفتی عبداللطیف صاحب:

جلس منکرہ کا عنوان "اسلامی معاشرہ میں حیثیت نسواں ہے" اور آج کی نشست شمارہ

سے متعلق ہے اس لحاظ سے آج کی مجلس مذاکرہ کا عنوان - اسلامی قانون شہادت میں حیثیت نسواں ہو یعنی اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت کیا ہے - عورت ہو یا مرد - بچہ ہو یا بڑا - جوان ہو یا سپر جاندار ہو یا بے جان کسی کی بھی اسلام میں حیثیت متعین کرنے کے لیے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا - اس کے بعد اجماع امت اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کو دیکھنا ہوگا جو درحقیقت قرآن و سنت سے ہی مستنبط ہیں قرآن و سنت نے عورت کو وہ مقام عنایت فرمایا ہے جو ظہور اسلام سے قبل کسی بھی مذہب اور معاشرہ نے ان کو نہیں دیا تھا ہر معاشرہ میں لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا بلکہ زندہ درگور کر دیا جاتا تھا وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَعْيَتِ ذَنْبِ قَتَلَتْ غُلَامًا مَوْلَاهَا فَمَنْ دَعَا بِهَا فَبِئْسَ الْكَاذِبُ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَعْيَتِ ذَنْبِ قَتَلَتْ غُلَامًا مَوْلَاهَا فَمَنْ دَعَا بِهَا فَبِئْسَ الْكَاذِبُ

رہن دکھ دیا جاتا - یہودی قانون میں بھائی کی بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے بھائی کا حق سمجھی جاتی تھی - ہندو قانون میں عورت کو پورے خاندان کی مشترکہ بیوی کا درجہ دیا جاتا تھا - خاوند کے مرنے کے بعد اسے زندہ رہنے کا حق نہیں تھا سستی ہونا پڑتا تھا - عیسائی قانون میں عورت ایک ناگزیر برائی ہے - مگر الحمد للہ کہ اسلام وہ اعتدال پسند دین ہے کہ جس کا جو حق سے وہی اس کو دیتا ہے - عورتوں کو اسلام کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اسلام نے قرآن کریم میں لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ کا اعلان کر کے عورت کو جزا اعمال میں مرد کے برابر لاکھڑا کیا اور يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ فَرَمَاكَ عَوْرَتُكَ أَمْ عَلَمٌ لِّلرِّجَالِ أَمْ عَلَمٌ لِّلنِّسَاءِ

کے لیے ایک مقدس اساس بنا دیا عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِالْمَعْرُوفِ أَوْ رَدًا نَحَارًا وَهِيَ . فرما کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کو مردوں پر لازم کر دیا چادر اور چار دیواریوں کے ذریعہ نہ صرف ان کی عزت نفس بلکہ عصمت و عفت کی حفاظت کا سامان کیا جس کو ہوس پرستوں نے قید و قہر کا نام دے کر عورتوں کو چادر اور چار دیواری سے نکلنے کی راہ دکھائی تاکہ اسے اپنی محفلوں کی زینت بنا سکیں - اور کچھ نادال عورتیں اس کو آزادی سمجھ کر بڑے فخر کے ساتھ ان کی باتوں میں آگئیں جس کے نتیجہ میں آج عورت نہ صرف محفلوں بلکہ گلی کوچوں اور بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہے - اب تو ایک قدم اور آگے بڑھا کر نام نہاد

منساوات کے نام پر نئے مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر تسلیم کی جائے۔ عورت کس کس چیز میں مرد کی برابری کا دعویٰ کرے گی۔ جب کہ قرآن کریم نے

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا

أَنْفَعُوا مِنَ الْأَمْرِ لِلنِّسَاءِ كَمَا كَانَتِ عَوْرَتُهُنَّ لِعُنُقِ الرَّجَالِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا

مرد کے عورت پر حقوق ہیں اسی طرح عورت کے مرد پر حقوق ہیں جن کا اعتراف سورہ بقرہ کی آیت ۳۸ میں وَلِلنِّسَاءِ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کہہ کر کیا گیا مگر یہاں بھی لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ فرما کر مرد کی سرداری بقرہ کی یہ کیا اسلام ہو کہ قرآن کریم کی جن آیات میں اپنی ان کی تسکین ہوتی ہو انہیں تو مان گئے اور جن سے اپنی نافرمانی ہوتی نظر آتی ہو ان کو ماننے میں پیش کر دئے گئے حالانکہ اسلام ان آیت پر ہی کی نہیں گذرنے والی ہے

بیتے رہے فادخلوا فی السلمہ کافہ فرماتا ہے اور افتوا متون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کی سختی کیا تھ مانعت کہتے ہیں جو مرد اور عورت پر ڈر کا درخالت ہے وہ ان کی ہلاکتوں کو ان سے زیادہ جانتا ہے۔ اب اگر وہ درخالت میں لڈا کہیں

خط الانثیثین کہہ کر اور شہادت میں فان لم تکنوا مسلمین فارجعوا الیٰ ذوالاہن ان فرما کر ایک ٹھوکرو کو دو عورتوں کے یادو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیتا ہے تو اسپر میں نہیں ہونے کی کیا وجہ ہے۔ یہ تو عورت پر اسلیم کا احسان ہے کہ وہ ناگزیر ضرورت کے بغیر عورت پر شہادت کا بار ڈالنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اور شہادت کسلے کن دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جن کی عام عورتیں تحمل نہیں ہو سکتیں۔ بحر الرائق جلد ۵ ص ۲۲ کی عبارت اِسْمَا لَا تُقْبَلُ شَہَادَةُ الْاَلَا وَبِح مِنْ عَائِرٍ رَّجُلٍ کَیْلًا یَکْمُرُ حُرُوجًا وَجُوهًا میں اسی طرف اشارہ ہے اور اسی لیے زناحدود اور قصاص میں عورت کو شہادت کے بار سے سبکدوش کر دیا گیا

باقی مالی یا غیر مالی حقوق میں بھی شہادت کی اصل ذمہ داری مردوں پر ہی ڈالی۔ لیکن دو مرد نہ ملنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی سمجھی گئی۔ سورہ بقرہ کی جس آیت کریمہ میں عورت کی شہادت کا ذکر ہے اس کے الفاظ یہ ہیں وَاسْتَشْهِدُوا شَہِدَیْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ کہ مردوں میں سے دو گواہوں کی گواہی لو خلاف لَمْ یَكُونَا رَجُلَیْنِ اگر دو مرد نہ مل سکیں تو کام چلانے کے لیے فَوْجِلٌ قَوَّامُونَ تانہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہوگی۔ اس ایک آیت کریمہ کے سوا قرآن کریم میں کسی بھی دوسری جگہ عورت پر شہادت کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی کیونکہ عورت کا عدالت کے حکموں سے بچا ہوا ہی مناسب ہے۔ حتیٰ کہ پردہ نشین عورتوں کی کپڑی کی حاضری بھی معاف کر دی گئی اشتباہ



میں ہے وَلَا تَكْلَفُ الْوَصُولَةَ إِذَا كَانَ تَحْتَ مَخْدَأَةٍ وَلَا لِلْيَسِينِ بَلْ مَحْضُرٌ  
 إِلَيْهَا الْمَأْحُورَةُ أَوْ يَبْعَثُ نَائِبَهُ إِلَيْهَا اسی طرح پریشانیوں کی توکل فریق ثانی کی ضمانت  
 کے بغیر جائز قرار دینی مشابہت میں نہیں تو کیلئے ہر ایک بلد و زمانہ کے اعتبار سے اگرچہ شہرہ کی سزا نہیں  
 دیا جیگی۔ یہی بات کہ بعض ایسے حالات میں جہاں مرد کا موہو ہونا ممکن نہ ہو مثلاً لڑکی کے کنواریں اور عورتوں کے وہ عیوب  
 جن کی طرف مرد نہیں دیکھ سکتا اعتیاداً اور عورتوں و مردوں کے ساتھ عورت کی گواہی بھی معتبر ہو جاتی ہے یہ اس  
 بات کی دلیل نہیں کہ شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر ہوگی۔ کیونکہ بعض  
 حالات میں جب رسمی گواہی بالکل بھی موجود نہ ہو تو قاضی کو قرینہ قاطعہ کی وجہ سے فیصلہ کرنے  
 کا اختیار ہے جیسا کہ سنن نسائی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۷ پر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام  
 کی عدالت میں دو عورتیں ایک بچہ کی دعویدار بنیں۔ کسی کے پاس رسمی شہادت نہ تھی۔ آپ  
 نے فرمایا کہ بچے کے دو برابر ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک ایک دے دیا جائے تو ایک  
 نے یہ فیصلہ منظور کر لیا۔ دوسری نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے میں اپنے دعوئی سے دست بردار  
 ہوتی ہوں۔ آپ نے یہاں شفقتِ مادری کو قرینہ قاطعہ قرار دے کر بچہ اس دوسری کو دے  
 دیا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کو پتھے سے پھینکا ہوا دیکھ کر زلیخا کو قصور وار  
 ٹھہرا دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں کہ رسمی شہادت کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ پس  
 اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے مقابلہ میں نصف ہے بایں شرط  
 کہ معاملہ زنا۔ حدود و قصاص کا نہ ہو۔ دو مرد گواہ نہ ملیں۔ اور دو عورتوں کے ساتھ ایک  
 مرد گواہ ضرور موجود ہو۔ صرف عورتوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی، جس کی بین دلیل یہ ہے کہ  
 سورۃ بقرہ کی اس آیت کریمہ کے سوا جس میں عورت کی گواہی کا ذکر ہے جہاں بھی شہادت  
 کا ذکر آیا ہے وہاں دو مرد گواہوں کا ذکر ہے سورہ مائدہ میں فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَئِذٍ الْوَاهِبَةُ اثْنَانِ  
 ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ يَهْتَمُّ بِهَا اثْنَانِ۔ ذوا عدل اور منکم اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ دو مرد  
 ہوں۔ سورہ طلاق میں فرمایا فَإِذَا بَلَغَتِ أَجَلَ حَيْثُ فَأَمْسَكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ  
 أَوْ فَرَغَتْ مَعْرُوفٍ وَأَسْمَهُنَّ فَإِذَا وَجَّهَ لِكُمُ يَهْتَمُّ بِهَا

بھی ذوی عدل اور منکم کا تقاضا ہے کہ گواہ دو مرد ہوں۔ اگرچہ فقہاء نے وصیت اور طلاق میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا ہے۔ لیکن بات ہے اصل ذمہ داری کی وہ مرد کی ہی ہے عورت کی حیثیت صرف بدل کی ہے اسی طرح عادیث میں بھی شہادت کی اصل ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ نکاح کے بارے میں فرمایا لا یجوز النکاح بغیر شہدین طلاق کے بارے میں بخاری جلد ۲ ص ۷۹ پر ہے طلاق السنۃ ان یطلقھا طاہرا من غیر جماع ویشهد شاهدین (بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۶۷) اور منکر پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کے تنازع میں مدعی سے فرمایا شاهد اذ اویمینہ قتل کے بارے میں سنن نسائی جلد ۲ ص ۲۳۷ پر ہے کہ عھیدہ صغر کے قتل کے مقدمہ میں اس کے وارثوں سے فرمایا اقم شہدین علی من قتله اذفعہ الیک۔ اسی طرح بخاری جلد ۲ ص ۱۶۳ پر عام قاعدہ مذکور ہے لم یقض الا لشاہدین۔

قرآن و سنت کی ان تصریحات کی موجودگی ہیں یہ کہنا کہ اسلامی قانون شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر ہے قطعاً غلط ہے۔ بلکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ عام حالات میں شہادت کا نصاب زنا میں صرف چار مرد۔ عورت کی شہادت قبول نہیں؛ باقی حدود اور قصاص میں صرف دو مرد۔ عورت کی شہادت بدل نہیں۔ باقی امور میں دو مرد اگر دو مرد نہ میسر ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں یعنی اس صورت میں عورت کی شہادت بدل کے طور پر دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں بایں شرط کہ ایک مرد ان کے ساتھ ضرور ہو۔

هذا ما عندی وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی الہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نوری صاحب؛

عورت کی شہادت کے سلسلے میں بہت سی آیات پیش کی جاتی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیات اس سلسلہ میں مفید ہیں جن کو کہ میں نے کہیں مذکور نہیں دیکھا

سورة زخرف میں ارشاد ہے: **أَدْمِنُ يُنْقِطُ فِي الْخَلْقِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ**۔  
 یعنی یہ جو آرام و آسائش میں مبتلا ہے بیان میں وہ کمزور ہوتا ہے۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ  
 کیا گیا ہے کہ عورت اپنا مافی الضمیر بیان کرنے میں اور بحث مباحثے میں فطرتاً کچھ کمزور ہے۔  
 یہ آیت چونکہ عام طور پر ذکر نہیں ہوئی۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس آیت میں عورت  
 کی نفسیات اور بعض جسمانی مجبوریوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً میرے پاس یہ  
 ایک کتاب ہے **Feminine Psychology** : Karen Horney کی ہے۔ یہ ایک  
 عورت تھی **Sigmund Freud** کی شاگرد تھی اس نے **Psychology** پر بہت کام کیا ہے  
 اس نے جو لکھا ہے اس سے پہلے میں آپ کو حضور کا ایک ارشاد ذکر کروں۔ **ولا يقضى  
 المقاضى وهو غضبان** یعنی کہ قاضی فیصلہ نہ کرے جب کہ وہ غصے میں ہو اسی  
 طریقے سے اگر گواہ کے مزاج میں کوئی کڑ بڑی ہے یا اس کی طبیعت میں غصہ بھرا ہوا ہے تو  
 ظاہر ہے اس کی گواہی بھی مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں۔ **۱۰۷۰** عورت کے ایام  
 کے دنوں میں اس کی طبعی حالت کے بارے میں لکھی ہے۔

More over the hormone effects measureable changes in the blood, pressure, Metabolism and temperature. (P. 101)

یعنی بلڈ پریشر، جسمانی کارکردگی اور جسمانی حرارت میں فرق سدا ہوا جاتا ہے  
 In view of the action of these we speak of the great sytemic cycle in the life of women,  
 the biological meaning of which is monthly preparation for process of procreation. Care  
 Houses.

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دوران میں **hormone** اور کچھ اور طبیعت میں انقباض  
 ہوتا ہے۔ یہ ایک قدرتی امر ہے۔ اب اس پوری کتاب کو تو میں بیان نہیں کر سکتا لیکن اس  
 نے یہ بھی کہا ہے کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اس وقت بھی اسی قسم کی کیفیت اس پر  
 طاری ہوتی ہے اس صورت میں اگر عورت گواہی دے تو ظاہر ہے کہ مزاج اگر درست  
 نہ ہوگا تو گواہی اتنی اچھی نہ دے گی۔ یہ دراصل قرآن کا اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس  
 آیت میں اس بات کو ذکر تو نہیں کیا لیکن اشارہ کیا ہے۔ ان وجوہات سے عدالت میں  
 بحث کے دوران میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے عورت  
 کو گواہ دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کو بہت بلند مرتبہ عطا کیا ہے بلکہ **۷۰۱۰**

کا درجہ دے رکھا ہے۔ ایک تو ابھی جو مولانا نے فرمایا کہ گواہی کے لیے پردہ دار خاتون کو عدالت میں نہیں بلایا جاسکتا بلکہ قاضی یا اس کا ایجنٹ وہاں جا کے اس کی گواہی لے گا۔ میں ایک قصہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ایک مرد نے لڑکی بن کر ایک انصاری کے گھر بنا شروع کر دیا اور سوتے میں اس کی لڑکی پر قابو پالیا لڑکی نے اس کو چھری سے قتل کر دیا تو اس کے بعد وہ بچہ بھی پیدا ہوا جب اسی واقعہ کی اطلاع حضرت عمر کو پہنچی کہ اس لڑکی نے قتل کیا ہے تو وہ خود گئے اور اس لڑکی کو عدالت میں حاضری سے متفتنی قرار دیا۔ اور خاموشی کے ساتھ اس کے گھر گئے اور اس کے باپ سے گفتگو کی کہ میں اس لڑکی سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس سے بات کی اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ لڑکی بے قصور ہے اور قصور وار شخص وہ ہے جو قتل ہو گیا ہے۔ تو آپ نے کیا کیا۔ اس کو کوئی سزا نہیں بلکہ اس کو عادی۔ یہ واقعہ ازالۃ الخفا میں بیان ہوا ہے۔ یہ اردو ترجمہ میں ہے جلد چہارم صفحہ ۲۱۴ سے ۲۱۹ مطبع نور محمد۔ پھر دیکھے کہ بخاری کی حدیث صحیح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک مرد کسی ایسی جگہ جھانکے جہاں عورتیں رہتی ہوں۔ اور کوئی مکان میں سے چھری اس کی آنکھ میں چھو دے اور اس کی آنکھ منقطع ہو جائے تو اس کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ ایک عورت کو اللہ تعالیٰ نے کتنی وقعت دی ہے۔ کیونکہ جہاں مرد بیٹھے ہوں وہاں جھانکنے سے آپ کسی کی آنکھ نہیں پھوڑ سکتے۔ بلکہ ابن جوزی نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ خلافت عباسیہ کے دور میں ایک ترک کسی عورت کے گھر جھانکا کرتا تھا اس عورت نے اپنے خاوند سے ذکر کیا تو خاوند نے کہا کہ اچھا تم ایسا کرو کہ اسے اطلاع دو اور کوئی پرچہ ورچہ بھیجو کہ وہ یہاں آئے۔ تو پھر تم اس کو دیکھیں گے تو عورت نے پرچہ بھیجا کہ تم رات کو دس بجے آنا اس طرح دن میں جھانکنے سے میں بدنام ہوتی ہوں۔ جب اس کو پرچہ ملا وہ رات کو دس بجے آیا میاں بیوی دونوں کھڑے ہوئے تھے اور وہاں ایک گٹھا کھودا ہوا تھا۔ میاں نے دھکادے کے اسے گٹھے میں ڈال دیا۔ اور وہیں اس کو دفن کر دیا۔ جب بادشاہ کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اس کے خاوند کو بلایا جب خاوند نے سارا ماجرا سنایا تو بادشاہ نے اس کو چھوڑ دیا اور

کہا آپ اس کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ اور میاں یا بیوی کسی کو کوئی سزا نہ دی۔

صلح حدیبیہ کے دوران معاہدہ طے ہونے کے بعد حضرت ابو جندل آئے لیکن انہیں بروئے معاہدہ واپس کر دیا گیا لیکن عین اسی وقت ایک عورت بھاگ کر آئی اور اس نے کہا کہ میرا خاوند کا فر ہے لیکن میں مسلمان ہوں تو اس کو واپس نہیں کیا گیا ہے۔ یہ فوجیت اسلام نے عورت کو دی ہے۔ لیکن گواہی میں جو کمزوری تھی وہ تو میں نے آپ سے ذکر کر دی ہے اب بعض ماڈرن حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مظلوم عورت سے زیادتی ہو تو چار گواہ نہیں آسکتے اور اس کی مظلومیت دور نہیں ہو سکتی اور ظالم کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی میں مثال دیتا ہوں۔ نسائی اور الطرق

انکلیہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں آپ دیکھ لیں۔ میں مختصر عرض کر دوں گا صبح کے وقت عورتیں اندھیرے ہی میں نماز کے لیے جاتی تھیں۔ وہاں ایک عورت جا رہی تھی تو کسی شخص نے اس سے زیادتی کی۔ اب پیچھے سے کوئی اور شخص آگیا تو اس نے اس سے کہا دیکھیے مجھ سے زیادتی ہوئی ہے۔ اور وہ آدمی اس طرف بھاگ گیا ہے۔ وہ بھی بھاگا اس کو پکڑنے کے لیے اتنے میں اور نمازی آگے تو عورت نے کہا کہ اس طرف بھاگ گیا ہے وہ ابھر دوڑے تو انہوں نے دوسرے آدمی کو پکڑ لیا۔ جب پکڑ کے لے آئے تو اس وقت اندھیرا تھا اور کچھ عورت ویسے ہی بدحواس تھی۔ اس نے کہا دیا کہ یہی آدمی ہے۔ چونکہ قرائن بھی تھے اور صاف ظاہر تھا کہ یہ بات گھڑ نہیں رہی تھی تو اس ایک عورت کی گواہی پر حضور نے اس آدمی کو جرم کرنے کا حکم فرمایا۔ لیکن جب سنگساری کا حکم دے دیا گیا تو اصل مجرم نے اعتراف کر لیا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور اصل کو پکڑ لیا۔ اب روایات میں اختلاف ہے کہ دوسرا جو پکڑ لیا اس کو کیا سزا دی گئی۔ آیا اس کے لیے وہی سنگساری کی سزا رکھی گئی یا اسے معاف کر دیا گیا۔

ہاشمی صاحب: اس کو سنگسار کیا گیا۔ روایات میں یہ بات ملتی ہے۔

نوری صاحب: نہیں بعض روایات میں اسے چھوڑ دینے کا بھی ذکر ہے۔ ایک

واقعہ اس قسم کا بیان کرتا ہوں۔ یہ بھی ابوداؤد کا واقعہ ہے۔ ایک نوجوان آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے فلاں عورت سے برا کام کیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں اور مجھے سزا دی جائے۔ آپ نے عورت کو بلوا کر اس سے دریافت کیا۔ عورت نے کہا بالکل غلط ہے۔ یہ جھوٹ بولتا ہے اب یہ نہیں ہوگا کہ عورت کی گواہی چونکہ آدمی ہے اس لیے اس کی بات قبول نہیں آپ نے اس عورت کی شہادت قبول فرمائی۔ اسے چھوڑ دیا۔ اور نوجوان کو اس کے اعتراف کی بنا پر سزا دی گئی۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ اسلام کے قانون شہادت میں عورت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اگر اس پر ظلم ہو جائے تو مرد اوامکن نہیں، جہاں اس پر زیادتی ہو وہاں اسے ہزار مردوں سے بھی زیادہ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ عورت کے ساتھ اسلام میں انصاف نہ ہو یہ تو کوئی بات نہیں۔ یہ ایک میرے پاس کتابت اس کا نام ہے۔

خاتون رپورٹر : (ہاشمی صاحب سے)

آپ عورت کی شہادت کے سلسلہ میں اپنا نقطہ نظر بیان فرمادیں ہمیں ایک اور جگہ بھی جانا ہے

ہاشمی صاحب : طرابلسی نے معین الحکام میں ایک جزیئہ بیان کیا ہے اور وہ ایسا جزیئہ ہے کہ اس پر ہم موجودہ حالات میں غور کر کے قیاس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے کہ اس میں سارے گواہ فاسق ہوں۔ اور عدالت محسوس کرے کہ اگر ان فاسق گواہوں کی گواہی پر فیصلہ نہ کیا گیا تو حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں ناگزیر حالات میں کثیر تعداد میں فاسقوں کی گواہی پر قاضی فیصلہ کر سکتا ہے۔ بہر صورت احکام میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ شریعت نے ہر موقعہ پر تیسیر (آسانی) پیدا کی ہے۔ یہ شریعت کا اصول ہے تو ایسے حالات میں حاکم کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے فیصلہ عورت کی گواہی کی بنا پر کر دے۔ باقی عام جو اصول ہے وہ وہی ہے جو قرآن نے بتلایا ہے کہ معاملات میں اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ چونکہ ابھی بحث جاری ہے صحیح صورت حال آپ کے سامنے آجائے گی۔

نوری صاحب: اس سلسلے میں آپ کی تائید میں عرض کروں گا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ایک واقعہ موجود ہے۔ کہ ایک بچہ کھلا گیا تھا۔ دس عورتوں نے وہاں شہادت دی تو آپ نے محرم کو سزا دلوائی تھی۔ چونکہ وہاں پر کوئی مرد نہیں تھا اس لیے صرف عورتوں کی گواہی قبول کی گئی۔ ایک واقعہ ابن حزم نے بھی دیا ہے کہ حضرت ام سلمہ ام المؤمنین نے کسی مکان کی فروختگی کے سلسلے میں گواہی دی تھی۔ ان کی گواہی کے مطابق حضرت امیر معاویہ نے فیصلہ فرمادیا اور حضرت امیر معاویہ نے ان کی گواہی قبول کی۔

ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہماری گواہی نصف ہے لیکن ایک بات یاد رکھیے کہ ایک نیک عورت کی گواہی نصف تو ہے لیکن ہزار فاسق مردوں سے بہتر ہے۔ اس طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا۔

مولانا لطیف صاحب: (نوری صاحب سے)

آپ نے جو مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیا ہے وہ کون سا صفحہ اور کون سی

جلد ہے؟

نوری صاحب: یہ مخطوطے کے آخری صفحات میں جہاں دیت کا تذکرہ ہے۔ یہ مخطوطہ

ہے۔ ابھی چھپی نہیں۔

باشمی صاحب: گویا آپ کا موقف وہی جمہور والا ہے۔

نوری صاحب: جی ہاں بعض مستثنیات کے ساتھ۔ بنیادی طور پر یہ بلینہ ہے۔

اگر قرآن اور عورت کی گواہی مل کر مبین ہو جائے تو وہ قابل قبول ہے۔

مولانا لطیف صاحب: یہ تو قرآن کی بات ہے کہ عام حالات میں آپ کی رائے

کیا ہے؟

نوری صاحب: عام حالات کے متعلق تو میں نے عرض کر دیا کہ وہ قرآن کے مطابق

ہوگی۔ میں نے جو آیت پڑھی تھی اس میں ہے کہ عورت میں جہانی اور نفسیاتی لحاظ سے

مکزوری ہے۔

حافظ غلام حسین صاحب: سوال جو تھا وہ یہ تھا کہ آیا مالی معاملات میں اور حدود کے معاملات یا جراحات میں عورت کی گواہی کا کوئی فرق ہے یا نہیں؟  
 نوری صاحب: عام معاملات میں تو اس کی گواہی نصف ہی ہوگی۔ میں کہہ چکا ہوں لیکن خاص استثنائی حالات میں اس کی بات مافی جائے گی۔

مولانا لطیف صاحب: یہ تو الگ بات ہے  
 مولانا فضل الرحمن صاحب: الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء و

المرسلیین -

صدرگامی! خاص گفتگو ہو چکی میں بغیر کسی تمہید کے ڈائریکٹ موضوع کی طرف آتا ہوں۔  
 آج کل ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ چودہ سو سال پہلے کے دور سے بہت مختلف ہے۔  
 اس دور میں عورت کی جو حیثیت تھی۔ اس کا آپ بزرگوں نے تذکرہ کیا۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت عرفاروق نے فرمایا کہ جہالت کے زمانے میں عورت کو کچھ بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دوہری نظروں میں آپ نے بات کو ختم کر دیا۔ پھر اسلام نے عورت کو بڑی عزت دی میں سمجھتا ہوں کہ مساوات اور برابری کا جو اصول ہے وہ قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ہن لباس لکم وانتم لباس لهن۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم بن کا لباس ہو۔ اب دیکھیے کہ لباس سے بڑھ کر انسان کے قریب ترین اور کیا چیز ہوتی ہے تن کو ڈھانپنا ہے سردی گرمی سے بچانا ہے۔ کوئی عیب ہو اس کو چھپاتا

ہے۔ مرد کو عورت کا لباس بتایا اور عورت کو مرد کو لباس بتایا۔ تو اس سے بڑھ کر اور برابری کیا ہو سکتی ہے درحقیقت ہم آج کل غلو کا شکار ہیں۔ ایک ہماری عورت جو مغرب زدہ ہو چکی ہے مغربی تعلیم اور تہذیب کا اثر بہت بڑھ چکا۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی طرف نہیں دیکھتی ہیں کہ مغرب میں عورت مرد کے شانہ بشانہ دفتروں میں کام کرتی ہے کھیلوں کے میدان میں برابر حصہ لیتی ہے خلا میں جلیخربلند ہوتا ہے تو اس میں بھی سوار ہوتی ہے۔ وہ اب ایسی بات مانتے کے لیے تیار نہیں کہ میری جسمانی ساخت کی



بنا پر میرا ذہن بھی کمزور ہے میں کہتی ہوں کہ مقابلہ کرو۔ ویسے آج کل حساب لگا کر دیکھا جائے  
 اعداد و شمار کے لحاظ سے مرد ایک میل جتنی دیر میں دوڑتا ہے اب عورت بھی اس کے  
 بالکل قریب آگئی ہے بڑا معمولی فرق رہ گیا ہے۔ اب وہاں سے یہ خیال ہمارے ہاں آگیا  
 ہے۔ ہماری بھی پڑھی لکھی عورتیں اب یہ کہتی ہیں کہ ہم برابر ہیں۔ اس وقت عورت جو تھی وہ  
 ایسی ہوتی تھی اور اس وقت کی عورت کو کوئی کچھ تھتا ہی نہ تھی۔ یہ تو اسلام عورت کو باہر لے آیا۔  
 اسلام نے عورت کی صلاحیتوں کی پرورش کی۔ رہنمائی کی لہذا اب یہ جو بات آپ کہتے ہیں  
 کہ ہم کمزور ہیں اور ایک گواہی ہو۔ یہ بات ہم نہیں سمجھ سکتیں۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم  
 کمزور ہیں اور ایک حدیث بھی آپ سنا دیتے ہیں کہ حضور اکرم نے ہمیں ناقص العقل فرمایا  
 ہے اور ناقص الدین کہا۔ اور حسب وجہ پوچھی گئی تو آپ نے یہی فرمایا کہ دو عورتوں کی  
 گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی۔ نماز ان دنوں میں نہیں پڑھ سکتی یہ دین کا نقص ہوا  
 اور وہ عقل کا نقص ہوا۔ یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ نقص ہمارا اپنا پیدا کردہ ہے یا اللہ نے  
 پیدا کیا ہے جب اللہ کا پیدا کردہ ہے تو قابل گرفت نہیں۔ کیا جب ہم نمازیں نہیں پڑھیں  
 تو ہمارے اجر میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ جب روزہ ہم نہیں رکھتیں تو بعد میں ہم قضا رکھتیں  
 ہیں کیا اس کا ثواب برابر نہیں ہو جاتا۔ اس طرح یہ کیا انصاف ہو کہ آپ اس قسم کا عیب  
 ہمیں لگاتے ہیں وغیرہ تو میں تمہاروں کا کہہ رہی ہوں کہ تمہاری آیت کی طرف دھیان دین تو آیت ہے ان تضل  
 احداہما فتذکر احداہما الاخری۔ کہ اگر دو مردوں کی گواہی میسر نہیں آتی  
 تو گواہی کے طور پر ایک مرد اور دو عورتیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اذا  
 تذاکبکم بیدین۔ کاروبار کی بات ہے اور عورت کو کاروبار کی کیا پڑھی ہے عورت تو کاروبار  
 میں شمولیت ہی نہیں کرتی لیکن آج کل کے زمانے میں عورتیں بڑے بڑے سٹور چلاتی ہیں  
 کئی ملکوں کی تو وہ منسٹر ہیں۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں عورتیں باقاعدہ مردوں سے زیادہ  
 کام کرتی ہیں۔ عورتیں اتنی بڑی بڑی مشینیں چلاتی ہیں کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔  
 اب حال یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر

ہے تو اس بات کو ہمیں عورتوں کو کھانے کی ضرورت ہے۔ ان کو قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ قرآن ابدی کتاب ہے سنت ہی اصل بات ہے۔ جو آدمی ان دونوں کو چھوڑے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اور جوان دونوں پر عمل کرے گا کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ یہ موطا امام مالک کی روایت ہے۔ یہ چار ایمان ہے۔ لیکن پڑھی لکھی عورت کو کھانا جانے

\_\_\_\_\_ کہ نبی نبی اجس حدیث میں نہیں یہ کہا گیا ہے کہ تم ناقص القتل ہو اور ناقصات

الدین ہو اسی حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ ناقصات الغفل والذین عقل والوں اور دین والوں پر غالب آجاتی ہیں۔ اس میں یہ بھی تو دیکھا جائے کہ نبی کریم نے اپنی ازواج مطہرات سے کیا سلوک کیا۔ کیا انہیں کمتر سمجھا؟ اللہ کے نبی نے تو مل کے قدموں کے نیچے جنت رکھ دی بیٹی اور بہن کو کیا مقام دیا وہ تم تو بڑی عزت والی ہو اسی لئے تمہیں گھروں میں رکھتے ہیں۔ خود جا کر بازار میں کام کرتے ہیں تمہیں بازاروں کی زینت نہیں بننے دیتے۔ ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو جہاں عورت کی مانگ کم ہو جاتی ہے وہاں عورت فیشن زیادہ کرنے لگتی ہے۔ عورت گھر سے باہر نکلتی ہے۔ یورپ میں عورت کی مانگ کم ہے۔ اس وقت امریکہ میں ہر دوسری شادی کا نتیجہ طلاق ہے۔ کیوں طلاق ہے وہاں عورت بھی کام کرتی ہے اور مرد بھی۔ دونوں صبح کام پر جاتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں وہ کہتی ہے کہ تم کھانا پکاو وہ کہتا ہے تم پکاو۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ ہوٹل میں چلے جاتے ہیں۔ وہ گپ شپ کے بعد واپس آجاتے ہیں مشین کی طرح وہ چل رہے ہیں۔ بچوں کی تربیت کا انہیں وقت نہیں ملتا تو وہ مال کثیر پادس میں بچوں کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ امریکہ میں اس قسم کے بہت سے کیریورس China H-۱-E اور جھلی ہیں جہاں وہ بچوں کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں اور شام کو واپس لاتی ہیں۔ وہاں اصل میں بنیادی طور پر مرد اور عورت کی زندگی ایک دوسرے کو سکون مہیا نہیں کرتی حالانکہ عورت کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ مرد کو سکون مہیا کرے۔

وَجَعَلَ بَيْنَهُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّعَالَمٍ - ان دونوں کے درمیان محبت

سید آمدنی تقسیم کار کے اصول کے مطابق مرد باہر جا کر کام کرتا ہے اور عورت گھر کا کام کرتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جو عورتیں کام بھی کرتی ہیں اور گھر کی دیکھ بھال بھی انکی ڈبل شفٹ لگتی ہے۔ اور حقیقتاً وہ مرد سے بہت زیادہ کام کرتی ہے۔ دوسرا بچوں کو جننا، یہ مرد کے بس کی بات نہیں۔ بچوں کو ننلانا، دھلانا بچوں کی ٹٹی پیشاب اور ان کو دودھ پلانا یہ مرد کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لیے والدین کا ذکر کرتے ہوئے والدہ کا ذکر زیادہ کیا۔ اس لیے جب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا جاتا ہے کہ میں سب سے زیادہ حسن سلوک کس کے ساتھ کروں تو آپ تین بار ارشاد فرماتے ہیں کہ والدہ سے عورت کو آپ نے بتانا ہے کہ اس کا مقام بہت اونچا ہے۔ ہماری زندگی میں قانون کی اور پکھری کی ایک تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو جا کے دیکھیں کہ کتنی مرتبہ عورت وہاں گواہ کے طور پر پیش ہوئی۔ بہت کم۔ بہت ہی کم۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جو بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ عورت کو اس کام میں ملوث ہی نہ کیا جائے اس لیے عورت کی اس معاملے میں حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کہ تیسرا کام نہیں ہے کہ تو عدالتوں میں گواہی دیتی پھرے۔ بچوں کے سامنے کھڑی ہو اور عدالتوں میں سپردہ قسم کے جو سوالات ہوتے ہیں ان کا جواب دے یہ تو عورت اور اس کی عصمت کا تحفظ ہے۔

یہ روایت جو ابھی نوری صاحب نے بیان کی۔ آپ نے دیکھا کہ جب نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ ایک عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو چار گواہوں والی شرط اٹھالی اور ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ دیا۔ چونکہ وہاں ایک عورت کوٹی گئی تھی۔ اب اگر گواہوں کو دیکھا جاتا تو حق مارا جاتا۔ لہذا ثابت یہ ہوا کہ قرآن کی موجودگی میں ایک عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔ آیت کا عموم یہ ہے کہ گواہی تو ایک ہی عورت کی ہوگی یہ نہیں کہ آدھی تو ایک عورت دے گی اور آدھی دوسری یہ بھی نہیں ہے.....

ایک سے گواہی لے لی جائے گی اور دوسری تکیر کیا جائیگا فتح الباری ص ۲۶ میں ہے کہ امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ نے گواہی دی۔ جب وہ گواہی دے چکیں۔ تو قاضی صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور پھر دوسری عورت سے پوچھنے لگے تو امام شافعیؒ کی والدہ نے فرمایا تم ایسا نہیں کر سکتے کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ اَنْ تَحْمِلَ اِحْدَاھُمَا فَتُكْرِھَا اِحْدَاھُمَا الْاٰخِرٰی تُو یہ اصل نکتے کی

بات ہے۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ دوسری عورت کو اس لیے ساتھ رکھا گیا ہے کہ بی بی! یہ تو تمہاری عزت ہے۔ اگر دو مرد گواہ ہوں اور ایک مرد گواہی دے تو دوسرا اس کو بیچ میں لقمہ دینا چاہے تو قاضی اس کو روک دے گا کہ اس کو یا دمت دلاؤ۔ وہ اسے اتنی اجازت بھی نہیں دینا کہ اسے یاد دلایا جائے۔ دیکھو بیٹی! تجھ پر اللہ نے کتنی مہربانی فرمائی ہے۔ کہ تجھے قاضی کی عدالت میں بھی اجازت دی ہے کہ تم میں سے کسی کو نسیان ہوتا ہے۔ تو دوسری اس کو تبادے کہ نہیں بات اس طرح ہے۔ جو اس کو موقع دیا کہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لو۔ آج کی عورت کو یہ بات سمجھانے والی ہے۔ جب آپ آج کی عورت کو اس نقطہ نظر سے بات سمجھائیں گے تو بات آسان ہو جائے گی۔ اور ان کو احساس کمتری بھی نہیں رہے گا اور انشاء اللہ بات آگے چلے گی تو اور بھی کوئی بات اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈالے سروسٹ میں اسی پر اتفا کرتا ہوں۔

جناب خورشید النساء صاحبہ: میں ان تمام حضرات جنہوں نے ابھی تک گفتگو کی ہے ان کی تائید کرتی ہوں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پڑھی لکھی عورتیں برابری کا دعویٰ کرتی ہیں میں سمجھتی ہوں کہ وہ پڑھی لکھی عورتیں جنہوں نے مغربی تہذیب کی انتہا کو پایا ہے اور اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں وہ اپنی تو یہ سمجھتی ہیں حالانکہ یہ ہماری عزت ہے، اگر انہیں اسلام کا پتہ ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ کاروباری معاملہ میں ایک کی بجائے دو عورتیں گواہ ہون بھی ہماری عزت ہے۔ کاروبار کا کام ایسا ہے کہ جسے صرف مرد ہی سمجھ سکتا ہے عورتیں نہیں سمجھ سکتیں اگرچہ آج کل عورتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں مگر چونکہ یہ کام ان کی طبعی اقتاد سے مناسبت نہیں رکھتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر کہیں ایسا ہو جائے تو پھر ایک کی بجائے دو عورتیں ہوں یہ بھی ہماری عزت ہے۔ باقی یہ جو کمزوریاں ہیں عورت ہونے کے ناطے سے میں خود مانتی ہوں۔ عورت گھر کی مصروفیات کے ہوتے ہوئے کچھری جا کر گواہی کیسے دے سکتی ہے جب کہ اگر وہ گھر کا کام کرے تو چومش گھنٹوں میں ایک منٹ بچانا بھی محال ہے۔ اگرچہ امتحان میں عورت فرسٹ آجاتی ہے لیکن اس کا یہ طلب نہیں کہ وہ لوگوں سے بہت عقلمند ہو گئی ہے بلکہ اس کو تو کوئی اور کام ہی نہیں ہوتا جب کہ لوگوں کو بہت سے بظاہر اور گھر کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ فی الحقیقت اگر عورت صرف اپنے پر نظر رکھے تو یہ ماننے سے انکار نہیں کر لے گی کہ

یہ ہوا ایک مرد کی گواہی کے مقابلے میں دو عورتیں رکھی گئی ہیں اس میں عورت کا بھلا ہے۔ میں تو کموں کی تین بھی بے کار ہیں بلکہ کہنا یہ چاہیے کہ یہ کاروباری سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں گواہی کے قابل بنا کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔

لیکن عورتوں کے مخصوص معاملات میں جیسا کہ نبی کریم نے غنیمہ بن عمارت کے معاملہ رضاعت میں ایک لونڈی کی گواہی پر ام کیلی کے درمیان جدائی کروادی تھی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر قرآن موجود ہوں یا ایسے معاملات جو مخصوص بزرگ ہوں تو ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہے جیسے کہ مرد اور منہ اندھیرے جاننے والی عورت کے معاملہ میں ابھی یہاں بیان ہوا ہے عدالت میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں اکیلی عورت وہاں جا بھی نہیں سکتی۔ عورت کی نفسیات یہ ہے کہ وہ سہارا ڈھونڈتی ہے اس لیے شریعت نے اسے اس کی نفسیاتی ضرورت کے تحت اس معاملہ میں اس کی ہم جنس کا سہارا مہیا کیا ہے جو عورتیں برابری کا دعویٰ کرتی ہیں ان سے پوچھتی ہوں کہ کیا وہ اس حقیقت سے انکار کر سکتی ہیں۔ کیا وہ رات کو پردہ دینے کی صلاحیت اپنے اندر پاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے قانون اور حقوق بنائے ہیں اور مردوں کے الگ قانون اور حقوق بنائے ہیں ہمارے قانون اور حقوق ہماری ساخت کے اعتبار سے ہیں اور مرد کے اس کی ساخت کے مطابق اس میں کسی توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب: میری بہن! میں اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں آپ کی باتیں سن کر دلی مسرت ہوئی ہے۔ لیکن درحقیقت آپ جیسی بہن بیٹیاں جو ہیں یہ جو مسئلہ اٹھایا گیا ہے ان کی طرف سے نہیں اٹھایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں دین کا طالب ہونے کے ساتھ دنیا دار بھی ہوں۔ اور دنیا کافی دیکھنے کا موقع ملا۔ سیر و سیاحت کا بھی اتفاق ہوا۔ مغربی معاشرے میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لہذا میرے لیے یہاں اور وہاں کا موازنہ کرنا آسان ہے۔ بہن! بات آپ کی نہیں بات تو ان کی ہے جو گھروں میں کام کرنا ہی نہیں چاہتیں۔ جو دفتر میں آنا چاہتی ہیں۔ بات وہ کرتی ہے جو چاہتی ہیں کہ پردہ وردہ اتار پھینکا جائے۔ میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں مبلغ اور مبلغہ کی حیثیت سے لوگوں کے ذہنوں کو صاف کرنا چاہیے۔ الجھاؤ کو سلجھانا ہے۔ یہ مذاکرہ اسی لیے منفقہ ہوا ہے کہ لوگوں

کو بتایا جائے کہ یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف کہا جا رہا ہے کہ یہ مولوی اور علماء عورت کو کوئی حیثیت ہی نہیں دے رہے۔ لیکن سچا نا ان کو یہ ہے کہ جو مولوی یا عالم اپنے پاس سے کوئی بات کرے۔ اس کو تو کپڑو لٹو۔ اور اگر وہ اللہ و رسول کا حکم سناٹے تو وہ سزا۔ مؤثر بات وہی ہو سکتی ہے جو اچھے انداز میں کی جائے۔ بات کرنے میں بھی فرق ہوتا ہے سمجھنے سمجھانے میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن بات اللہ اور اس کے نبی کی غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے میدان میں اپنی بہنوں کو اسی طرح تیار کیجئے اور تم اپنے میدان میں ان خطوط پر کام کریں گے۔ اسی طرح اس بات کو آگے بڑھانا ہے ہم آپ کو اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلاتے ہیں۔

ظفر علی راجا ایڈووکیٹ: باتیں تو بہت سی ہیں جو اس موضوع پر کہی جا سکتی ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ عورت کو عدالت کے حکم میں نہ ڈالنا یہ عورت کی عزت ہے جو اسے اسلامی معاشرے میں حاصل ہے، اس عزت کو برقرار رکھنا ہے۔ اصل جھگڑا یہ نہیں ہے کہ عورت گواہی میں مرد کے برابر ہونے پر اصرار کر رہی یا نہیں دیکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی واقعہ ہو جاتا ہے اور وہاں پر کوئی مرد عادل گواہ نہیں ہے اور صرف خواتین ہی اس معاملے کو دیکھ رہی ہیں تو..... کیا انصاف مہیا کرنے کے لیے ان خواتین کی گواہی مکمل تسلیم کی جائے گی یا نہیں؟ اس سلسلے میں جیسا کہ بحث کے دوران آیا کہ زنا کے مقدمات میں عورت کی گواہی بالکل ہی مقبول نہیں۔ لیکن ساتھ ہی ایک صاحب نے یہ فرمایا کہ دس عورتوں کی گواہی لے کر نبی کریمؐ نے فیصلہ فرمایا۔ علامہ زہری کا میرے پاس ایک سوال ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اگر مرد نہ ہوں تو دس عورتوں کی گواہی قتل کے معاملے میں قابل قبول ہے۔ قتل کے معاملے میں بھی اور زنا کے معاملے میں بھی۔ چوری کے معاملے میں بھی عورتوں کی شہادت کی مثالیں ملتی ہیں۔ کتابوں میں پھینچے موجود ہے تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عورت کی گواہی ہمارے ہاں پوری ہے بشرطیکہ ضرورت ہو یہ ٹھیک ہے کہ عورت کی گواہی آدمی ہے لیکن ہر حال میں نہیں۔ اور جس آیت کریمہ کا عام طور پر حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ پر اگر غور کریں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت گواہی دیتے ہوئے بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ بذات خود اس کی گواہی کو آدھا نہیں کیا گیا۔ گواہی اس کی سالم اور پوری ہی ہے۔ یہ تو ایک اسلامی عدالت میں عورت کو سہولت دی گئی ہے۔ لیکن

اس کی گواہی کو آدھا باکھل قرار نہیں دے سکتے۔ رہا یہ کہ عورت اپنے ساتھ ایک دوسری عورت لائے یہ کوئی نئی سہولت نہیں بلکہ اسلامی عدالت تو اس سے زیادہ اس کو بہت سی سہولتیں دیتی ہے۔ یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مثال کے طور پر اگر عورت پردہ نشین ہے تو گواہی کیلئے اس کو عدالت میں طلب نہیں کیا جاسکتا بلکہ جج کو خود جا کر اس کی شہادت لینا پڑتی ہے۔ اسی طرح کوئی مرد گواہی سے رجوع کرے تو اس کو سزا دی جاتی ہے لیکن اگر کوئی عورت رجوع کر لے تو اس کو کوئی سزا نہیں دی جاتی۔ اسی طرح اگر زنا میں جھوٹی گواہی ایک مرد اور دو عورتیں دیں تو تاوان آدھا آدھا ہونے کی بجائے دو تہائی مرد پر اور ایک تہائی عورت پر ہوگا۔ اور بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن سے عورت کو سہولت دی گئی ہے۔ یہ ایک سہولت ہے کہ وہ عورت اپنے ساتھ ایک اڈیشنل خاتون لے آئے۔ اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اس کی گواہی آدھی ہے۔ میں تو ایک طالب علم ہوں۔ علماء حضرات تشریحات رکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آیت کا پوری طرح سے جائزہ لیا جائے اور اس پر خوب غور و خوض کیا جائے کہ یہ آدھی گواہی کا تصور اس آیت سے نکلتا ہے یا نہیں؟

مولانا عبد اللطیف صاحب: آپ کی بحث کا جہاں تک میں مطلب سمجھا ہوں وہ یہ کہ آپ چاہتے کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر نہ سمجھا جائے۔ یا یہ نہ کہا جائے کہ عورت کی گواہی آدھی ہے اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسی آیت کے میم میں یہ فرمایا گیا کہ دوسری عورت اس لیے رکھی گئی کہ وہ یاد دلا دے۔ قرآن کریم کی اس آیت کے میم پر آپ غور فرمائیں۔ اس میں یہ فرمایا گیا ہے: فان لحریمنا رجلین کہ اگر دو مرد نہ ہوں یعنی فاستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکنوا رجلین فرجل وامرأتان اگر دو مرد نہ ہوں تو ان کے مقابلے میں ایک مرد اور دو عورتیں یعنی یہاں نصاب بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کا نصاب یہ ہے کہ دو مرد ہوں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور ایک عورت اور اگر چاہے تو وہ ایک مزید عورت کو ساتھ لے لے۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ ان دو عورتوں کو ایک مرد کی جگہ رکھا گیا ہے۔

راجا صاحب: میں ایک عرض کرتا ہوں اگر ایسی بات ہے تو بھولنے والی بات کا تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟

مولانا عبد اللطیف صاحب: وہ تو دو عورتیں رکھنے کا ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں تک تعلق نصاب شہادت کا ہے وہ یہ ہے کہ دو مرد ہوں اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ نصاب اس بات کا متقاضی ہے کہ دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں۔

حافظ غلام حسین صاحب: کہیں کہیں تو عورت کو قرآن کریم میں مرد کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً لسان میں چار مرتبہ عورت بھی کہتی ہے اور مرد بھی۔ مرد جب کہہ دیتا ہے تو اس پر حد ثابت ہو جاتی ہے اگر عورت انکار نہ کرے۔ اور جب عورت اسی طرح چار مرتبہ تم کھا کر اس کا الزام مسترد کرتی ہے تو ثابت شدہ حد ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہاں عورت کی بات کو بالکل مرد کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔

مولانا عبد اللطیف صاحب: عورت کی بات کو کس کیلئے برابر ٹھہرایا گیا ہے؟ کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے یا اپنے اوپر سے عذاب کو ٹالنے کے لیے؟

حافظ صاحب: اپنی برائت کے لیے۔

مولانا عبد اللطیف صاحب: یہ کسی کا حق ثابت کرنے کیلئے نہیں۔

مولانا فضل الرحمن صاحب: ایک شخص ہے وہ الزام لگا رہا ہے کہ میری بیوی فاحشہ

ہے۔ اب ظاہر ہے کہ وہاں بات اسی لیے برابر ٹھہرائی جائے گی کہ وہ براءت میں ہو۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ان کے ذہن میں جو اشکال پیدا ہوئے تو قرآن میں یوں ہوتا فرجل و امرأتان ممن ترضون۔ بات یہیں پر ختم ہو جاتی۔ اب جو فرمایا گیا ان متصل احدا ہما یہ ہے اصل اشکال۔ علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں لکھا ہے۔ العلة من الحقيقة التذکیر۔ یہی اصل حقیقت ہے۔ اب یہ کہنے کا انداز ہے اگر آپ کہیں کہ تمہاری گواہی آدمی ہے تو وہ چھینگی اور اگر آپ کہیں کہ تمہاری گواہی تو پوری ہے لیکن اللہ نے تم کو ایک سپورٹر عنایت کیا ہے۔



مولانا عبد اللطیف صاحب: ایک منٹ جناب - ایک واقعہ میں ایک مرد گواہی دیتا ہے اور ایک عورت بھی گواہی دیتی ہے اور وہ عورت بھولتی نہیں تو کیا آپ اس گواہی پر فیصلہ کر دیں گے؟

مولانا فضل الرحمن صاحب: یہ ضروری تو نہیں کہ وہ ضرور بھول جائے۔ میں نے امام شافعیؒ کی والدہ کا حوالہ دیا ہے تو قاضی نے جب دوسری عورت سے پوچھا یا تو انہوں نے فوراً یہ آیت پڑھی۔ ان کا موقف یہی تھا کہ اگر میں بھولتی تو یہ دوسری بات کہتی۔

ظفر علی رجا صاحب: میں بھی یہی عرض کر رہا تھا کہ اگر ایک عورت بالکل صحت کے ساتھ گواہی دے دے اور وہ بھولے بھی نہیں تو دوسری عورت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ وہ خاموش کھڑی رہے گی لیکن اگر اسے کہیں اختلاف ہے تو پھر وہ بیچ میں بول سکتی ہے۔

مولانا عبد اللطیف صاحب: یہ بات ایسے نہیں ہے کہ ایک مرد نے گواہی دی اور ایک عورت نے پھر دیکھا جائے کہ یہ عورت بھولی ہے یا نہیں۔ جب تک دونوں عورتیں گواہی نہ دیں گواہی کا نصاب پورا نہ ہوگا۔

نوری صاحب: جس وقت عورت کو گواہی کے لیے بلایا جاتا ہے تو اسے سپورٹ دی جاتی ہے۔ سپورٹ تو اسی کو دی جاتی ہے جو کمزور ہے مرد کو کیوں نہیں۔ چونکہ مرد میں کمزوری نہیں اس کی شہادت میں زیادہ وزن ہے اس لیے اسے سپورٹ کی ضرورت نہیں۔ سپورٹ آپ وہاں مقرر کرتے ہیں جہاں کچھ کمزوری ہے۔

باشمی صاحب: اب ذرا چوہدری محمد رفیق صاحب سے بھی سن لیں کہ ان کا نظریہ کیا ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: محمد رسولہ الکریم۔ یہ مسئلہ جو اس وقت زیر غور ہے اس میں قرآن کی آیت پر گفتگو ہو چکی ہے۔ . . . . . جو حکمت بتاتی ہے اس پر گفتگو ہو رہی ہے۔ میں اس سلسلے میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جہاں تک میرے مسلک کا تعلق ہے وہ تو جمہوری کا ہے۔ اصل قانون اسلام کے اندر جو شہادت کا ہے اس میں دو مرد گواہ ہوتے ہیں اور جہاں کوئی ناگزیر حالت ہو وہاں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ

ہوتی ہیں آیت کے الفاظ یہ ہیں: **وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ**۔

تو یہ آیت دین کے معاملے میں ہے۔ اس کے اندر گواہی جو ہے وہ رجال کی ہے۔ اور دو گواہ ہیں یہاں پر عورتوں کو سبکدوش کر دیا گیا ہے گواہی کے بوجھ سے۔ مطلب یہ ہے کہ گواہی کی اصل ذمہ داری مردوں پر ہے اس لیے نام لے کر تخصیص کر دی کہ گواہی مردوں ہی کی ہے۔ یہ میں آگے چل کر عرض کروں گا کہ گواہی عورتوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ ایک آدمی عدالت میں جا کر کہے کہ مجھے گواہی کے لیے کیوں نہیں بلایا گیا تو یہ اس کا کوئی حق نہیں۔ یہ ایک فریضہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے سامنے کوئی واقعہ دیکھے تو وہ اس کا اظہار کرے اور بیان کرے بشرطیکہ عدالت اس کو بلائے۔ یہ بات بھی قرآن سے ثابت ہے کہ جب تک گواہی کے لیے نہ بلایا جائے گواہی دینا ضروری نہیں لیکن جب عدالت اسے بلائے تو **وَلَا يَأْبَى الشَّهْدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا**۔ گواہ انکار نہ کریں جب ان کو بلایا جائے اس میں بلائے جانے کی شرط ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ گواہی میرا حق ہے تو یہ بات نہ قرآن میں ہے اور نہ دنیا کے کسی قانون میں جہاں تک حق ہونے کا مسئلہ ہے تو یہ عورت کا حق ہی نہیں کہ وہ گواہی دے۔ اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ آدمی گواہی ہونے سے ہمارا حق تلف ہو گیا ہے تو یہ سرے سے غلط ہے۔ گواہی دینا ایک فریضہ ہے جو ایک پر عام کیا گیا ہے اور دوسرے کو اس سے سبکدوش کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک بنیادی بات تھی جسے ابھی تک بحث میں نہیں لایا گیا تھا جو طبقہ سبکدوش ہوا ہے اس کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اسے ایک بوجھ سے نجات مل گئی۔

قرآن حکیم نے جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ **قَالَ لِمَنْ لَوْ يَكُونُ الرَّجُلِينَ اِلٰمٰی اِحٰدٰہُمَا الْاٰخِرٰی** قرآن حکیم نے جو بات کہی گئی ہے وہ پہلی بات کے بعد **عَلٰی سَبِيْلِ التَّنْزِيْلِ**۔ کہی گئی ہے۔ ایک چیز موجود نہیں تو اس کے مدعاوے میں دوسری چیز ہے۔ ایسی صورت میں کہ دوسرے نہیں ملتے تو پھر نصاب ہے کہ ایک مرد ہو اور دو عورتیں۔ اگر قرآن مجید کے اندر بھی مساوات مرد و زن کا نظریہ ہوتا تو اللہ میاں کو اتنی عمری آتی تھی کہ وہ کہہ سکتا تھا **فَاَنْ لِمَنْ لَوْ يَكُونُ الرَّجُلِينَ** فامراتان ممن ترضون۔ اگر دو مرد نہیں ہیں تو پھر دو عورتیں کہ لو جو حضرات مساوات کا مفہوم اس آیت سے لیتے ہیں وہ قرآن مجید کے نظریے اور بخاری کے خلاف اور

قرآن کی زبان کے خلاف سوچتے ہیں۔ اس جگہ پر خوب بات چیت کی ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت کو آیت و عنوانِ تمجید کہا تھا لہٰذا یہ کہا گیا: یا ایہا الذین آمنوا اذقتمہم الی الصلوٰۃ۔۔۔ الی الکعبین یہ اس وقت ہے جب پانی ہو اور اگر پانی نہ ملے تو تیسرا صحیح طیباً پھر تمجید کیا جائے۔ یہاں بھی بالکل وہی صورت حال ہے۔ اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں بالکل وہی قیاس اگر پانی موجود نہیں ہے تو پھر تمجید کیا جائے گا۔ لیکن یہ کیفیت پانی کے آنے کے بعد تم ہو جائے گی۔ اگر آپ موجود ہے تو تمجید کی ضرورت نہیں۔ یہ مطلب ہے قرآن مجید کا کہ اگر مرد موجود ہوں تو پھر عورتوں کی ضرورت نہیں۔ یہ قرآن کی تعلق نہیں ہے اس کو غلط سمجھ لیا گیا ہے یہ تو انکے اوپر سے ایک بار ان ہٹایا گیا ہے گواہی ایک مشکل کام ہے ہمارے موجودہ ماحول میں دیکھئے کہ مرد بھی کسی فریق کے خلاف گواہی دیتے ہوئے عکس کرتا ہے اور جرات نہیں کر سکتا چہ جائیکہ کوئی عورت گواہی دے جس جگہ پر کوئی واقعہ ہو جاتا ہے مرد بھی جھاگ جاتے ہیں کہ پولیس گواہی کے لیے پکڑ نہ لے عورتیں وہاں کہاں بہت کریں گیں کہ گواہی دیں۔ تو میرا مطلب یہ ہے اصل قانون جو ہے وہ یہ ہے کہ گواہی صرف مردوں کی ہے۔ اور اگر مرد نہ ہوں تو پھر بھی صرف عورتوں کی گواہی قرآن میں نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ مرد کی شرط ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا مقصود مساوات مرد و زن کا ہوتا تو تیسری شق بھی بیان فرمادیتا کہ اگر ایک بھی مرد موجود نہ ہو تو چار عورتیں ہوں۔

ہاشمی صاحب: فقہ جعفریہ میں تو چار عورتیں ہیں اگر دو مرد نہ ہوں۔

رفیق چودھری صاحب: لیکن اللہ میاں نے تو اپنی فقہ میں یہ نہیں لکھا ہے۔

ظفر علی راجا، ابھی یہاں بات ہو رہی تھی کہ اسلامی عدالت میں صرف عورتوں کی گواہی پر فیصلے ہوتے۔

رفیق چوہدری: قرآن کے مقابلے میں اور کوئی فقہ نہیں چلتی۔

ہاشمی صاحب: آخر وہ فقہ بھی تو قرآن ہی سے مستنبط ہے۔

رفیق صاحب: ٹھیک ہے لیکن قرآن کے خلاف ہو تو اس کو مسترد کر دیا جائے

گا اگر کوئی حدیث بھی قرآن سے متعارض ہو تو اس کو نہیں مانا جائے گا اور قرآن کی منشاء پر عمل کیا جائے گا اور آپ علماء بیٹھے ہیں جب حدیث کے متعلق یہ اصول ہے تو فقہ پیماری کا کیا مقام رہا؟ یہ جو میں عرض کر رہا ہوں کہ قرآن نے بسبب تنزل کہا ہے کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں دوسری بات یہ کہ ایک چیز ہے کہ دین کا حکم کیا ہے؟ ایک ہے کہ اس کی حکمت و علت کیا ہے؟ ہماری عقل میں یہ بات آتی ہے یا نہیں کہ عورت کی گواہی کیوں آدھی ہے؟ ایک چیز یہ ہے کہ قرآن میں آدھی گواہی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء موجود ہیں اصول یہ ہے کہ جو آدمی مسلمان ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِحَيَّةٍ أَنْ جِب اللہ ورسولہ اُمراً ان یتکون لہم** فیصلہ فرمادیں تو پھر کسی مؤمن مرد یا کسی مؤمن عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس فیصلہ میں اختلاف کرے۔ جہاں حکم موجود ہے اس کو پہلے ماننا پڑے گا۔ یہ بعد میں ہوگا کہ یہ چیز سمجھ میں آتی ہے یا نہیں۔ حکمت پر ہمارے نہیں ہوگا حکم کے ماننے کا۔

ایک بات یہ کہی گئی تھی کہ جھگڑے کی کوئی بات ہو تو عورت اپنا مافی الضمیر نہیں بیان کر سکتی و ہونی الخصام عنیر مبین۔ اس کا ترجمہ اور تفسیر جو علماء نے کی ہے وہ ہر حال میں یہ نہیں ہے۔ جھگڑے کے وقت تو مرد بھی اتنا ہی جذباتی ہوتا ہے جتنی کہ عورت۔ یہاں جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ کسی قدر ٹھیک نہیں خصام کا معنی زبانی جھگڑے کا نہیں بلکہ جنگ کا ہے۔ یہاں اصل مراد یہ ہے کہ جنگ کی حالت میں عورت کا کوئی کردار نہیں۔ جنگ کی صورت میں وہ لڑ نہیں سکتی۔ یہی جاہلیت کے زمانے میں ہوتا تھا اور یہ بات قانون کے طور نہیں کہی گئی۔ بلکہ یہ جاہلیت کا ایک کردار پیش کیا گیا ہے وہ کہتے تھے کہ گمنوں میں پلا ہوا آدمی جنگ میں کیا کام آئے گا۔ کھلونوں اور ناز و نعم میں پلنے والی عورت کا جنگ میں کوئی کردار نہیں۔

مولانا عبداللطیف صاحب: حضرت! اگر ایسا ہوتا تو خصام کی بجائے قتال

کہا جاتا۔

نوری صاحب: شاہ عبدالقادر اہر مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمے کے جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں کہ قوت بیانی میں کمزور ہیں۔

باشمی صاحب: خصام کا لفظ عموماً زبانی جھگڑے کے معنوں میں مستعمل ہے۔  
حافظ غلام حسین صاحب: یعنی گفتگو میں جو جھگڑا ہے اس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: ظفر علی راجا صاحب کی طرف سے جو باتیں کہی گئی تھیں اور مولانا (مولانا لطیف) نے یہ وضاحت کی تھی کہ دوسرے نصاب میں عورتیں دو ہیں بات ان متصل احداہما پر ہو رہی تھی۔ اس بارے میں یہ عرض ہے کہ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ قرآن نے یہ نہ کہا کہ پہلی کو گواہ بنا لو اور..... دوسری کو مذکر بنا لو۔ بلکہ قرآن نے یہ کہا کہ جب کوئی ایک گواہی دے رہی ہوگی اور بھولے گی تو دوسری اس کو یاد دے گی۔ اس میں کسی ایک کے گواہ ہونے کی تخصیص نہیں۔ دونوں کو ایک ہی وقت میں گواہ بنایا جائے گا۔ اکٹھی رہیں گی۔ ایک دوسرے سے مشورہ کر سکتی ہیں، ہم متعین نہیں کر سکتے کہ ان دونوں میں کون گواہ ہے۔ اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ گواہ تو ایک ہی ہے دوسری صرف یاد دہانی کے لیے ہے تو یہ قرآن کے خلاف ہے۔

حافظ غلام حسین صاحب: اگر غور سے دیکھا جائے چوہدری صاحب! تو اس میں عورت کے لیے ایک رعایت ہے کہ عام حالات میں اگر مرد گواہ بھول جاتا ہے یا خطا ہو جاتا ہے تو سارا مقدمہ گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ لیکن عورت اگر بھولتی ہے اور دوسری اس کو یاد دلا دے تو گواہی درست ہو جائے تو پھر مقدمے میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ تو یہ تو ایک رعایت ہے۔ رہا گواہی کا نصاب۔ تو قرآن میں کہیں کہیں یہ بات ملتی ہے کہ عورت کی بات مرد کے برابر ہے اور بعض میں نصف ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: میں سمجھتا ہوں کہ لعان میں گواہی کی وہ حیثیت نہیں کہ ایک مدعی ہو، دوسرا مدعی ہو اور تیسرا گواہ ہو جو کسی کا حق ثابت کرے اپنی گواہی سے۔  
لعان میں تو صرف سلیٹ منٹ ہے۔ دونوں کے بیانات ہیں، وہ گواہی نہیں

ہے اسے اصطلاحی معنوں میں گواہی نہیں کہا جاسکتا۔

حافظ صاحب: اس بیان پر ایک اثر تو مرتب ہوتا ہے یعنی اگر ایک مرد چار مرتبہ یہ کہتا ہے تو عورت پر حد جاری ہو جاتی ہے۔ اب وہ جاری شدہ حد اس کے مخالف بیان کی صورت میں ہٹ جاتی ہے۔ اب دونوں کی بات کو قاضی برابر مان کر ان میں تفریق کا فیصلہ کر دیتا ہے۔

تو جب عدالت میں مرد اور عورت کی بات کو برابر تسلیم کیا جا چکا ہے تو اس سے یہ ایک قرینہ ہے کہ بعض معاملات ایسے ہیں جن میں عورت کی بات مانی جائے گی۔ بالفرض تنہائی میں جیسا کہ ابھی بیان ہوا کہ حد و میں عورت کی بات مانی ہی نہیں جائے گی.....

رفیق چوہدری صاحب: ہاں اگر مرد موجود ہوں تو نہیں مانی جائے گی۔ میرا موقف یہی ہے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب: بہتر یہ ہے کہ مرد سے گواہی لی جائے۔

حافظ غلام حسین صاحب: دیکھیے چار مرد تھے چار عورتیں تھیں اور چار مرد دور کھڑے دیکھ رہے تھے اور چار عورتیں بھی دور کھڑی تھیں۔ پہلے والی چار عورتیں کہتی ہیں کہ ان مردوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے وہ چار عورتیں کہتی ہیں کہ زیادتی ہوئی لیکن جگے ساتھ زیادتی ہوئی وہ بھی کہتی ہیں کہ زیادتی ہوئی لیکن مرد کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی۔ تو آپ کیا کہیں گے؟

رفیق چوہدری صاحب: اس میں یہ کہ مرد جو کھڑے تھے.....

باشی صاحب: چونکہ اس وقت فریق مخالف موجود نہیں۔ یہ نہیں کہیں انکی بات صحیح تسلیم کرتا ہوں لیکن چونکہ وہ موجود نہیں اس لیے ان کی طرف سے میں ان کے خیالات پیش کر دیتا ہوں تاکہ اس کی بھی وضاحت ہو جائے۔

عورتوں کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہماری گواہی ادھی ہے تو قرآن نے مصلحت کیوں بیان کی؟ یا علت کیوں بیان کی ان تفضل احد اہما کی جو مصلحت قرآن نے بیان کی تو اگر یہ قرآن کا ایک حصہ ہے اور واقعہ یہ قرآن کا جملہ ہے تو اس کو آپ نظر انداز کیوں کرتے ہیں؟

آپ نے دجیل و امرتان کو نصاب قرار دیا.....

مولانا عبداللطیف صاحب: نصاب یہ نہیں ہے جناب۔ نصاب تو رحلیین

ہے یہ تو اس کا بدل ہے۔

باشمی صاحب: جب قرآن حکم ایک علت بیان کر رہا ہے ان تفضل احدا ہما الخ تو آپ اس علت کو نظر انداز کیوں کرتے ہیں؟ دوسری بات کہ ایک دیہاتی آدمی ہو جو دو جگہ بھی نہ بول سکے اور ایک محترم خورشید النساء کی طرح کی عورت ہو جو اپنا مافی الضمیر اچھی طرح بیان کر سکتی ہے۔ تو آپ اتنی پڑھی لکھی عورت کو جاہل دیہاتی سے پیچھے کیوں کر رہے ہیں؟ تمسیر اشکال ان کا یہ ہے کہ آیا شہادت اہم ہے یا حدیث کی روایت اہم ہے؟

سیدہ عائشہ صدیقہ کی روایت آپ مانتے ہیں جو شہادت سے ہزار درجے بہتر ہے جس پر حکم کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ ہزاروں مسائل کی بنیاد سیدہ عائشہ کی روایت پر ہے تو ایک عورت عائشہ ہزار مردوں سے بہتر روایت کی حامل ہے۔ تو آپ نے یہ تفریق کہاں سے لے لی کہ جب روایت میں عورت کا اتنا بڑا مقام ہے تو شہادت میں آپ اس کو کیوں روکتے ہیں۔ اگر ان تفضل احدا ہما الخ کی حکمت بیان نہ کی جاتی تو آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ حکم آپ یہ نصاب وضع کرتے لیکن جب قرآن خود اس جگہ علت بیان کر رہا ہے یا حکمت بیان کر رہا ہے۔ تو پھر آپ نے اس کو نصاب کیسے بنا دیا؟ یہ اعتراض ہیں جو عورتیں کرتی ہیں اور کریں گی یہ میں نے پیش کر دیے ہیں۔ اب آپ ان کا جواب دیں۔

رفیق چوہدری صاحب: ایک چیز ہے روایت حدیث یہ الگ چیز ہے اور ایک چیز ہے مقدمے میں گواہی دینا یہ الگ بات ہے۔۔۔۔۔

باشمی صاحب: جناب! آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عمر نے ابو سہریرہ کو اور بعض دیگر صحابہ کو روایت بیان کرنے پر کہا کہ گواہ پیش کرو ورنہ میں تمہیں کوڑے ماروں گا۔

نوری صاحب: تو روایت کہنے پر کوڑوں کی بات تو نہیں دیکھی کہیں!

حافظ صاحب: نہیں جناب! ہے۔

نوری صاحب: کوڑوں والی روایت ضعیف ہے۔

باشمی صاحب: میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ عورتیں پوچھتی ہیں کہ جب کہہ دیا گیا تھا کہ

وامرستان - تو یہ کافی تھا۔ بات ختم ہو جاتی۔ یہ ایک جملہ کیوں بڑھایا گیا ہے؟  
ان متصل احد اہما فتذکر احد اہما الاخری۔

رفیق چوہدری صاحب: ایک واقعہ ہوتا ہے عورت کے سامنے اور اس میں امہات  
المؤمنین بھی شامل ہوں۔ اور صحابہ کرام کی بھی ایک جماعت کھڑی ہو۔ قرآن جو کہ زمانہ  
و استشهدوا شہیدین من رجالہم۔ تو اس میں ایک صحابی کو جو  
مرد ہے اور اس کے ساتھی کو جو مرد ہے ان کو لیں گے یا ام المؤمنین کو۔

پاشچی صاحب: اس بات کو ذرا اور آگے بڑھائیے۔ فرض کر لیجئے کہ اس کو عائشہ  
صدیقہ نے دیکھا اور میں نے دیکھا اور گواہی کے لیے پیش ہوئے ہم کبھی عدالت میں تو  
حضرت عائشہ کی گواہی مانی جائے گی یا جاری؟

رفیق چوہدری صاحب: قرآن حکم کی رو سے بات تو آپ ہی کی مانی جائے گی۔

حافظ صاحب: جہاں تک عدالت کا مسئلہ ہے وہاں تو یہی ہوگا۔ اصل مسئلہ جو ہے نا  
وہ یہ ہے کہ حدود کے مقدمات میں یا زیادتی کے مقدمات میں، آپ جو کہتے ہیں کہ عورت کی  
گواہی مانی ہی نہیں جائے گی، یہ محل غور ہے۔

رفیق چوہدری صاحب: میری بات سے اگر یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں سر سے سے عورت  
کی گواہی کو مانتا ہی نہیں تو یہ غلط فہمی ہے اس کو دور ہونا چاہیے۔ ایک چیز ہے قانون کا  
بیان کرنا اور ایک چیز ہے اس میں استثنا کرنا۔ ناگزیر حالات میں کیا کیا جائے؟ ناگزیر حالات  
اپنے لیے تو حلال بھی حرام ہو جاتا ہے۔

پاشچی صاحب: میں ایک گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس جدید اور ترقی یافتہ زمانے  
میں رہ رہے ہیں کہ آپ کسی مرد بازاری سے بھی جا کر پوچھیں کہ ایک متقی صالح باعفت تعلیم یافتہ  
عورت کسی معاملے میں گواہی دے اور اس کے مقابلے میں جاہل گواہی دے جو بات  
کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مافی الضمیر کو بھی بیان نہیں کر سکتا تو آپ ایسی صورت  
میں کس کی بات مانیں گے؟

رفیق چوہدری صاحب: گواہی کی اہلیت کی باقی صفات اس میں ساری موجود ہوں۔



مولانا عبداللطیف صاحب: بات یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ معاملہ کیسا ہے جس میں وہ گواہی دے رہا ہے۔ آیا دینی معاملہ ہے یا کاروباری۔ اگر کوئی واقعہ ہے تو پھر تو مرد ہی کی بات مانی جائے گی اور اگر علمی معاملہ ہے تو پھر اس پر طحی لکھی عورت کی بات مانی جائے گی۔

باشی صاحب: امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقہ صحابی وغیر فقہ صحابی سے اعتبار حدیث میں فوقیت رکھتا ہے۔

نوری صاحب: یہ ہے فرق۔

باشی صاحب: ایک صحابی ہے جو دعا گے رکھ کے سوتا ہے اور وہ بیٹھ کر ان کو دیکھتا رہتا ہے وہ سحری کھاتا رہتا ہے۔ اور ایک وہ صحابی ہے جو اس کی مصلحت کو سمجھتا ہے۔ تو ایک فقہ صحابی کی روایت پندرہ غیر فقہ صحابی کی روایت سے بھاری ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود فقہ صحابی ہیں ان کے مقابلے میں ترمذی میں اٹھا کے دیکھ لیجئے پندرہ غیر فقہ صحابیوں کی رفع یدین کی روایت کو امام ابو حنیفہ نہیں مانتے۔

مولانا عبداللطیف صاحب: ٹھیک ہے مولانا یہ فقہ کے معاملہ میں ہے۔

حافظ غلام حسین: اس بات کا شہادت سے تو کوئی تعلق نہیں۔ شہادت یہ ہے کہ کوئی واقعہ یہاں پر ہوا یہاں پر عورتیں بھی موجود تھیں اور مرد بھی موجود تھے۔ اب اختلاف یہ ہے کہ عورتیں ایک گواہی دیتی ہیں مرد کچھ دوسری گواہی دیتے ہیں اب کس کی مان لی جائے۔

رفیق چوہدری صاحب: قرآن کو دیکھیں گے اگر قرآن عورت کے مؤید ہیں تو اسی کی بات مان لی جائے گی اور اگر قرآن مرد کے مؤید ہیں تو مرد کی مانی جائے گی۔

حافظ غلام حسین: عورت کی بات کو صرف اس لیے رو کر دینا کہ وہ عورت ہے یہ تو کوئی انصاف نہیں۔

باشی صاحب: اگر ایک عورت ایک گواہی دے اور دوسرا اس کے خلاف گواہی دیں تو اگرچہ قرینہ بھی عورت کا مؤید ہو اس کی گواہی نہیں مانی جائے گی۔ کتاب

اٹھا کے دیکھ لیجئے۔

چوہدری رفیق صاحب: اگرچہ قرینہ قاطعہ ہو۔  
ہاشمی صاحب: سرگز نہیں مانی جائے گی اگرچہ قرینہ بھی موجود ہو۔ آپ فقہ کی کتابیں

اٹھا کر دیکھ لیں۔

حافظ غلام حسین: چوہدری صاحب فقہ یہی کہتی ہے جو ہاشمی صاحب فرما رہے ہیں۔  
نوری صاحب: قرینہ قاطعہ کے مؤید ہونے پر بھی عورت کی بات نہیں مانی

جائے گی؟

ہاشمی صاحب: میں نے قرینہ قاطعہ کی بات نہیں کی۔

حافظ غلام حسین: قرینہ قاطعہ تو خود ایک گواہی ہوتی ہے۔

مولانا عبد اللطیف صاحب: قرینہ قاطعہ تو بلال گواہی کے مانا جائے گا۔

مولانا ریاض الحسن نوری صاحب: میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں یہ پوائنٹ ایک

دوسرا ہے۔ مولانا فضل الرحمان صاحب فرما رہے تھے کہ دوڑنے میں عورت مرد کے

برابر آگئی ہے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جنسی معاملات میں یہ دونوں جنس مرد اور عورت

میں موجود ہوتے ہیں۔ جو عورتیں اس قسم کے کام کرتی ہیں وہ تقریباً مرد ہوتی ہیں اور ان میں

سوانیت بہت کم پائی جاتی ہے۔ ایک رومی عورت کا ایک واقعہ لکھا ہے جو عورتوں میں بہت تیز روٹی

تھی اور فرست آیا کرتی تھی اسکا طبی معائنہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اس میں مردانہ اثرات کافی پائے جاتے ہیں

اور وہ ایسی دوائیاں بھی کھاتی رہتی ہے دوسری چیز یہ ہے کہ میں آپ سے عرض

کروں ایک کتاب ہے۔ یہ حال ہی میں چھپی ہے۔

انسان کے دماغ کے دو حصے ہوتے ہیں دایاں حصہ اور بائیں حصہ انہیں میں وہ بتاتا ہے کہ

ہاشمی صاحب: نوری صاحب نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے.....

نوری صاحب: جیلو بعد میں بات کریں گے۔

مولانا عبد اللطیف صاحب: اصل موضوع پر مذاکرہ جو تھا وہ تو ہو چکا۔

ہاشمی صاحب: جی ہاں مذکورہ تو بوجھکا اور یہ طے ہے کہ جمہور علماء کا مسلک ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی گواہی نصف ہے حدود و قصاص اور دیگر معاملات میں اگر قرینہ قاطعہ موجود ہو تو عورت کی شہادت بھی قابل قبول ہے یا ناگزیر حالات اگر پیدا ہو جائیں اور حقوق کے زیاں کا اندیشہ ہو تو تحفظ حقوق کی خاطر قرینہ قاطعہ کی مدد سے عورت کی شہادت کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

جج، منصف، مجسٹریٹ، وکلاء، علماء، دینی مدارس کے طلباء کے لئے نادر و تحفہ

# اسلام کا قانون شہادت

جلد اول (حصہ فوجداری)

تالیف

مولانا سید محمد مستیس ہاشمی

ڈائریکٹر ریسرچ سیل

حدود و قصاص اور جملہ فوجداری مقدمات میں اسلام کے قانون شہادت کا اجراء

کیسے ہوگا؟ اور موجودہ دور میں اس کو کیسے نافذ کیا جائے گا؟

اعلیٰ جلد، گلیز کاغذ، صفحات ۴۷۲، قیمت ۵۵/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

مرکز تحقیق ریسرچ سیل دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور